OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

جمالیات: فکرِ اسلامی اور لادینی نظریات کا تقابلی جائزہ

Aesthetics: A Comparative Study of Islamic and Secular Notions

Mohib ur Rehman Sajid
Doctoral Candidate, Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU, Islamabad
Prof. Dr. Mohyuddin Hashmi
Dean Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU, Islamabad

Abstract

There are some human beings who are always ready to sacrifice their will to the will of the Lord. They praise that which is worthy of praise in the sight of their Lord, and they glorify that which their Lord calls evil and ugly and reprehensible. And there are some people who don't feel accountable to anyone. They want their minds and bodies to be satisfied and the Lord to be pleased. But the happiness and contentment of their mind and body is not subject to the will of the Lord, but the pleasure of the Lord is usually delayed and the will of the mind is given priority. Thus, two different currents flow from here. Since religion is the name of God's pleasure and happiness, it promotes religious thought and the idea of living by bypassing religion is in the form of atheism. This is not a new concept at all. Ever since man came into existence, these two currents have been going hand in hand and both have their own characteristics. Their names have changed just because of the time. One is Islamic thought and the other is secularism. This article gives a brief overview on both aesthetics.

Keywords: Aesthetics, Islamic, Secular Notions, Comparative Study

CC BY

تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا ذکر فرشتوں سے کیا تو ان کے ذہن میں ایک ہی سوال ابھرا اور وہ یہ تھا کہ جس کی خمیر ہی اختیارات ملنے اور اس کو روبہ عمل لانے پر اٹھائی گئی ہو، کیا عجب کہ وہ اس کائنات میں اپنا ہی اختیار چلانے کی خاطر دوسروں کی زندگی اجیرن بنادے اور اس کی خاطر زمین کو فساد سے بھر دے اور خون کی ندیاں بہادے۔ لیکن رب کریم کا جواب تھا: انی اعلم ما لا تعلمون۔ مطلب یہ کہ ان کے اس خدشے کی نفی نہیں کی لیکن ساتھ یہ ضرور بتادیا کہ اس کے ساتھ ساتھ اس مخلوق کے کارہائے نمایاں ایسے ہوں گے کہ تم لوگ عش عش کر اٹھو گے۔ اللہ اور فرشتوں کی اس گفتگو کے تناظر میں دیکھیں تو بحر و بر وہی کیفیت پیش کر رہے ہیں جس کا خدشہ فرشتوں نے ظاہر کیا تھا، آج واقعی قرآن کے الفاظ میں: ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس، والی کیفیت ہے لیکن دوسری طرف، اس کمزور اور ناتواں انسان کے ہاتھوں ایسے ایسے کام اور ایسی ایسی قربانیاں دیکھنے کو مل رہی ہیں کہ فرشتے رب کائنات کے اس قول کی تصدیق کر رہے ہیں کہ انی اعلم ما لا تعلمون۔ انسانوں میں کچھ وہ ہیں جو اپنی مرضی سے اپنی مرضی رب کی مرضی پر قربان کرنے کے لیے ہمہ تن اور ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ اسی چیز کی تحسین کرتے ہیں جو ان کے رب کے ہاں تحسین کے لائق ہو اور اس چیز کی تقبیح کرتے ہیں جس کو ان کا رب برا، بدصورت اور قابلِ مذمت قرار دیتا ہے۔ اور کچھ انسان ایسے ہیں جو کسی کے سامنے اپنے آپ کو جوابدہ تصور نہیں کرتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا مَن اور تَن بھی راضی رہے اور رب بھی خوش ہو۔ لیکن ان کے مَن و تَن کی خوشی اور رضامندی، رب کی رضامندی کے تابع نہیں رہتی بلکہ عموماً رب کی رضامندی مؤخر اور مَن کی رضامندی مقدم ہوتی ہے۔ یوں یہاں سے دو مختلف دھارے چل پڑتے ہیں۔ دین چونکہ رب کی رضامندی اور خوشی کا نام ہے اس لیے اس سے دینی فکر پروان چڑھتی ہے اور دین کو بائی پاس کر کے زندگی گزارنے کا تصور لادینیت کی صورت میں چل پڑتا ہے۔ یہ کوئی نیا تصور ہرگز نہیں جب سے انسان وجود میں آیا ہے یہ دونوں دھارے ساتھ ساتھ چلتے رہے ہیں اور دونوں کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔ صرف زمانے کو مدنظر رکھ کر ان کے نام مختلف پڑ گئے ہیں۔ ایک فکر اسلامی ہے اور دوسرا سیکولرازم یا لادینیت۔ اس مقالہ میں باقی تصورات کو چھوڑ کر جمالیات کے حوالے سے دونوں تصورات کا ایک جائزہ لیا جا رہا ہے۔

سیکولرازم یا لادینیت کا معنی و مفہوم

Secular: Not connected with spiritual or religious matters. .... Living among ordinary people rather than in a religious community.

Secularism: The belief that religion should not be involved in the organization of society, education etc.(1)

"سیکولر، دنیوی یا مادی چیز کو کہتے ہیں جو دینی یا روحانی نہ ہو۔ جیسے سیکولر تعلیم، سیکولر فن و موسیقی، سیکولر سلطنت"۔

"سیکولرازم: یہ عقیدہ کہ دین معاشرتی اور تعلیمی نظام میں مداخلت نہ کرے"۔

Secular: Lay. or civil rather than spiritual or religious temporal. ([2])

Secularism: A system or doctrines and practices that disregards or rejects any form of religious faith and worship. The belief that religion and ecclesiastical affairs should not enter into the function of the state. Sep. into public education.([3])

"دنیوی جذبہ یا دنیوی رجحان۔ خاص طور پر ایسا نظام جو ایسی مبادیات، اعمال اور افعال سے تشکیل پائے جو ایمان وعبادت کی ہر شکل کا انکار کرتا ہو"۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے یہی بات نیو تھر ڈورلڈ ڈکشنری کے حوالے سے لکھی ہے جو مندرجہ بالا اقوال کا لب لباب ہے:"زندگی یا زندگی کے خاص معاملہ سے متعلق وہ رویہ جس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ دین یا دینی اعتبارات کا حکومت میں دخل نہیں ہونا چاہیے۔ یا دینی اعتبارات کو نظامِ حکومت سے قصداً دور رکھنا چاہیے جس سے مراد مثلاً حکومت میں خالص لادینی سیاست ہے اور دراصل یہ اخلاق کا ایک اجتماعی نظام ہے جس کی اساس اس نقطہ نظر پر ہے کہ معاصر زندگی اور اجتماعی وحدت ایسے عمل اور ایسی اخلاقی اقدار پر قائم ہو جس میں دین کا کوئی دخل نہ ہو"۔([4]) سیکولرازم کا صحیح ترجمہ لادینیت یا دنیویت ہے۔ دنیویت کا لفظ فقط آخرت کے مقابلے میں نہیں بلکہ خاص دین کے مقابلے میں ہے یعنی جس چیز کا دین سے تعلق نہ ہو یا دین سے متضاد تعلق ہو اس کو دنیوی کہا جاتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا سیکولرازم کا لفظ اس طرح سے بیان کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی اجتماعی تحریک ہے جو لوگوں کے سامنے آخرت کے بجائے اکیلی دنیا کو ہی ایک ہدف ومقصد کے طور پر پیش کرتی ہے۔([5]) سیکولرازم ایک اجتماعی اخلاقی نظام بھی ہے جو اس فکر پر قائم ہے کہ اخلاقی وکرداری خوبیوں کو معاصر زندگی اور معاشرتی تعلقات کے تناظر پر قائم کرنا واجب ہے، دین کے تناظر پر قائم کرنا واجب نہیں۔([6]) مادیت کا علمی مکتب فکر، انسان پرستی، طبعی مکتب فکر، اثباتیت وغیرہ، یہ سب لادینیت کی مختلف شکلیں ہیں۔([7]) سیکولرازم کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ زندگی کو دین سے ہٹ کر قائم کیا جائے، چاہے یہ قوم کی سطح پر ہو یا فرد کی۔ پھر دین کے محدود تصور کے متعلق مختلف افراد اور حکومتیں مختلف رویے اپناتی ہیں۔ بعض دین سے چشم پوشی کرتی ہیں جیسے لبرل ڈیموکریٹک معاشرے۔ اس کو معتدل سیکولرازم Non Religious کہتے ہیں۔ یعنی ایسے معاشرے جو لادین ہیں لیکن وہ دین کے دشمن نہیں، یہ معتدل سیکولر ہیں۔ یہ انتہاپسند سیکولرز Antireligious کے مقابلے میں ہیں جو کہ دین مخالف سیکولر ہیں جیسے کمیونسٹ معاشرے وغیرہ۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلام میں سیکولرازم کی دونوں اقسام کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہر وہ فکر جو اپنی مبادیات وتطبیقات میں دینی نہ ہو، وہ دین مخالف ہے۔ چنانچہ اسلام اور سیکولرازم دو ایسے نقیض ہیں جو کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے اور ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔([8])

اسلام اور سیکولرازم

یورپ میں اگر چرچ اور ریاست کے عوام پر مظالم کے حوالے سے ایسا ایک نظریہ بنایا اور چلایا جائے جس میں سیاست اور مذہب کو الگ الگ کردیا جائے، مذہب کو انسان کا انفرادی معاملہ قرار دیا جائے اور سیاست میں ان کی مرضی اور استصواب کو دخیل سمجھا جائے تو عیسائیت کو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا اس لیے کہ اس کا نعرہ ہی یہ ہے کہ خدا کا حصہ خدا کو دو اور قیصر کا حصہ

قیصر کو، تو اس سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن اگر یہی قانون، اس اسلام پر لاگو کیا جائے، جس کی خمیر ہی اپنی تمام ہستی اور اپنے تمام اختیارات کا مالک اللہ کو قرار دینے سے اٹھی ہے تو یہ سراسر ناانصافی ہوگی۔ یا تو اسلام کا قلادہ گردن سے اتارا جائے اور پھر جو مرضی ہو کیا جائے یا پھر اپنی باگ ڈور اپنے خالق کے ہاتھ میں دے کر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوا جائے تاکہ ذہنی اور قلبی سرپٹھول سے بچا جا سکے۔ یہ کیسی حرکت ہوگی کہ زبان سے جس خالق کا نام لیا جائے اور جس کے آگے سجدہ میں سر جھکایا جائے، باقی معاملات میں اس کو اتنی بھی اہمیت نہ دی جائے کہ اس سے پوچھا جائے کہ تیری مرضی کیا ہے؟ اس واجب الوجود کو باقی تمام معاملات سے رخصت کر دیا جائے جو بندے کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔ اب اس "واجب الوجود" ذات کو "عدم" یہ کہہ دے کہ مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں وجود میں آگیا ہوں، کتنی فضول بات ہوگی۔ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔ اگر اسلام کے حوالے سے کہا جائے تو یہ بات زیادہ قرینِ صواب ہوگی کہ سیکولر انسان پوری عمر لاالٰہ کہتا رہتا ہے اور اسے الا اللہ کہنے کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ وہ کبھی اپنا الٰہ خود بن کر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے، کبھی اپنے جیسے عدم سے وجود میں آنے والوں کو الٰہ سمجھ کر اجتماعی خودکشیاں کرتا رہتا ہے لیکن اس کے ہاتھ سوائے آہ کے کچھ بھی نہیں آتا اس لیے کہ اس کا الٰہ کوئی نہیں ہوتا۔ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: کسی مسلمان کا لادینیت کو قبول کرنا، خواہ وہ لادینیت کتنی ہی معتدل اور کتنی ہی بے ضرر کیوں نہ ہو، اسلام سے معارض ہونا اور اس کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرنا ہے، بالخصوص ان امور میں جہاں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی صورت میں شریعت کی تصریحات موجود ہوں۔ جو مسلمان لادینیت کو تسلیم کرے یا اس کا داعی بن جائے تو اگرچہ وہ اللہ کے وجود، وحی و رسالت اور آخرت کا انکار نہ کرے، پھر بھی لادینیت اسے کفر ہی کی طرف لے جائے گی کیونکہ وہ طبعاً شریعت کے ان امور کا انکار کرے گا جو شریعت کا لازمی اور قطعی حصہ ہیں، جن پر امت کا اجماع ہے اور جو یقینی تواتر سے ثابت ہیں۔ مثلاً زنا کی حرمت، شرعی سزاؤں کا نفاذ، ربا کی ممانعت، شراب کی حرمت اور زکوٰۃ کی فرضیت وغیرہ۔ بلکہ وہ لادینیت پسند مسلمان جو عملی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کے نفاذ اور اس کی حکمرانی کا قائل نہ ہو اس کا سوائے نام کے اسلام میں کوئی حصہ نہیں، وہ یقیناً مرتد ہے۔ اس سے توبہ کرانی چاہیے اور اس کے شبہات کا ازالہ کرنا چاہیے۔ اس کے باجود اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس پر ارتداد کا حکم جاری کر کے اس کا اسلام سے انتساب ختم کر دینا چاہیے۔(9)۔ اگر اسلام کے انفرادی اور اجتماعی نظام کو دیکھا جائے تو وہ سیکولرازم کے بالکل الٹ ہے، جہاں فرد کو اپنی روحانی اور اخلاقی بلندیوں تک جانے کی نہ صرف آزادی ہے بلکہ پورا اجتماعی نظام اس کے ہم رکاب ہوتا ہے۔ جہاں افعال سے زیادہ اقدار پر زور دیا جاتا ہے اور انسان کو اپنی تنہائی کے نذر نہیں کیا جاتا بلکہ اسے چلتی پھرتی زندگی کا ساتھ دینے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ جہاں اس کو اپنے اقدار میں رہتے ہوئے بے شمار آزادیاں حاصل ہوتی ہیں اور دوسروں کی آزادی میں مخل ہوئے بغیر وہ اپنی آزادی سے بھرپور لطف اٹھا سکتا ہے۔ جہاں اس کے حسِ جمال کی تسکین کے لیے ذوقِ جمال کا پورا سامان زمین میں بھی میسر ہوتا ہے اور آسمان میں بھی، جہاں اس کی آخری خواہش صرف یہ رہ جاتی ہے کہ کب وہ قادرِ مطلق کی دید سے نوازا جائے گا۔ جہاں اس کی زبان پر بے اختیار اللھم بالرفیق الاعلیٰ کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔

سیکولرازم کی جمالیات

اب اگر اس اِزم کی باقی چیزوں کو ایک طرف رکھ کر ہم صرف جمالیات پر نظر ڈالیں تو یہ بات لازم آئے گی کہ جمالیات کی تعریف کرنے کی بھی ہر کسی کو آزادی حاصل ہو، وہ جس چیز کو اس زمرے میں شامل کرنا چاہے کر سکتا ہے اور جس کو نکالنا چاہے

نکال سکتا ہے، اس لیے کہ یہ اس کا سراسر انفرادی اور نجی مسئلہ ہے۔ اس سے کسی کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ سیکولرازم کے شکار افراد کسی بھی خوشی، مسرت اور حسن و جمال کو اپنے ترازو پر تولتے ہیں اور ان کی نظر میں سوائے ذاتی مفاد، وقتی لذت اور جنسی تسکین کے کسی شے کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ کسی بڑے مقصد کے لیے ایثار و قربانی کا وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ حسن وہ ہے جو اس کو اچھا لگے اور جمال وہ ہے جو اس کو لذّت اور تسکین فراہم کرے۔ اس سے آگے یہ سوچنا کہ اس کے کسی دوسرے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوں گے اور معاشرہ ان کے اثراتِ بد سے کیسے نجات پائے گا، یہ اس کا مسئلہ نہیں۔ اس نے صرف اپنے حسِ جمال کی تسکین کرنا ہے اور بس۔ اب اگر یہ سوچ ایک انسان سے بڑھ کر ایک پوری سوسائٹی کی بن جائے تو پھر اس کی تباہیوں اور بربادیوں کا سوچا بھی نہیں جاسکتا ہے۔ جس طرح ہم یورپ اور امریکہ وغیرہ میں دیکھ رہے ہیں جہاں اب اس اکیلے انسان کے پاس سوائے خودکشی کے کوئی راستہ نہیں بچا۔

اسلام کی حقیقت پسندی

اسلام کی حقیقت پسندی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے انسان کو مکرم و معزز قرار دیا ہے اور اس کی فطرت اور خود اس کے قابلِ تکریم ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اس نے نہ تو انسان کو اتنا پست کیا ہے کہ حیوانات کے درجے میں پہنچادے اور نہ اتنا بلند کیا ہے کہ وہ خدا بن جائے۔ اسلام کی نظر میں انسان روح اور جسم، عقل اور جذبات کا ایسا مجموعہ ہے جس کی فطرت میں بلندیاں بھی ہیں اور پست میلانات بھی۔ انسان کی اس فطرت کے پیش نظر اسلام نے اسے جائز تفریح کے مواقع بھی فراہم کیے ہیں اور ایسی سہولتیں بھی دی ہیں کہ وہ کوئی تنگی محسوس کیے بغیر یا کسی بھی اسلامی اصول سے دستبردار ہوئے بغیر اپنی زندگی خوشی اور مسرت کے ساتھ گزار سکے۔ خواہ وہ کوئی مرد ہو یا عورت۔ علاوہ ازیں یہ سہولتیں افراد کو بھی حاصل ہیں اور معاشرے کو بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے انسان کی جسمانی، نفسیاتی اور عقلی صحت کا بھی پورا اہتمام کیا ہے اور انسان کو مخاطب کرکے کہا ہے کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ اس نے نشہ آور چیزوں، مخدّرات اور تمام نقصان دہ زہریلی اشیاء سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔ اسلام جسمانی تربیت کو مستحسن قرار دیتا ہے اور اسے بجائے مقصود بنانے کے ایک وسیلہ کے طور پر بروئے کار لانے کی تلقین کرتا ہے۔(10)

اسلامی فن کا طریق کار

فن نشاطِ بشری ہے جس کو انسان اپنی زندگی میں قائم کرتا ہے۔ اگر انسان کی ساری دلچسپیاں۔۔۔ سیاست، اقتصاد، اجتماع۔۔۔ اور اخلاق اللہ کی ہدایت میں داخل ہو سکتا ہے اور اللہ کی ہدایت انسانی زندگی کے ان تمام پہلوؤں کو بلند کرکے انسانیت کے بلند و ارفع مقام تک لاسکتی ہے۔ تو وہ فن بھی اللہ کی ہدایت کے سائے تلے پروان چڑھ کر انسانیت کے بلند مقام تک آسکتا ہے۔ فن کا اسلامی طریقہ کار فن کو اتنی ہی وسعت عطا کرتا ہے جتنی وسعت اسلام زندگی کے ہر گوشے میں انسان کو دیتا ہے۔ بلکہ اسلامی طریقہ کار میں تمام وجود فن کی جولاں گاہ ہے۔ اللہ، کائنات اور انسان سب اسلامی فن کے میدان ہیں۔ یہ تمام پہلو زاویہ اسلامی کی گرفت میں آتے ہیں۔ کیونکہ فن اپنی تمام مختلف شکلوں میں انسان کی اس کوشش کا نام ہے کہ وہ اپنے احساسات میں القاء ہونے والے حقائقِ وجود کی عکاسی خوبصورت اور مؤثر انداز میں کرے۔ انسان کا، اللہ، کائنات، زندگی، اپنے نفس اور دوسروں سے تعلق۔۔۔ فن کی جولاں گاہ ہے، خواہ فن اسلامی منہج کے مطابق ہو یا نہ ہو۔۔۔ جس وقت فن اسلامی طریقہ کار اختیار کرے گا اس وقت صرف یہ تبدیلی ہوگی کہ انسان کے جملہ تعلقات کو اسلامی نقطہ نظر اور اسلامی شعور سے دیکھا جائے گا۔

اسلامی طریقہ کار کو اپنانے والا فن زندگی اور انسان کی غلط تصویر کشی نہیں کرے گا۔ نہ کوئی خیالی شکل بنائے گا اور نہ کوئی چمکدار مثالی صورت دے گا۔ بلکہ فن کا اسلامی طریقہ بھی انسان کی کشمکش، اس کی زندگی کی مشکلات، خیر و شر کے درمیان کشمکش اور ارتفاع و ہبوط کی عکاسی کرے گا۔

اسلامی فن اور جاہلی فنون کا فرق

سوال یہ ہے کہ پھر اسلامی فن اور جاہلی فنون میں کیا فرق ہے؟ کئی فرق ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ اسلامی فن کی واقعیت اور جاہلی فنون کی واقعیت میں فرق ہے۔ جاہلی فن کی واقعیت کا سرچشمہ انسان کی حیوانی تعبیر ہے جب کہ اسلامی فن کا انسانی تعبیر ہے۔ انسانی تعبیر، ترقی و تنزل، خیر و شر اور خاکی و روحانی تمام پہلوؤں کو حاوی ہے۔ دوسرا فرق مرکزی توجہ کا ہے۔ اسلامی فن جو تصویر انسانی زندگی کی بنائے گا۔ اس میں روشن اور تاریک دونوں رخ ہوں گے۔ لیکن مرکزِ توجہ روشن اور مثبت رُخ ہوگا!! فنونِ جاہلیت، جو انسان کی حیوانی تعبیر سے مستفاد ہے، وہ تاریک پہلو کو مرکزِ توجہ بناتے ہیں۔ مسلمان کے احساسات میں اللہ اور انسان کی کشمکش کا کوئی عکس نہیں۔ اس لیے اسلامی فن اس کشمکش کا عکاس نہیں ہوگا۔ اگر کسی منحرف انسان کے نفس میں یہ تصور ہو تو اسلامی فن اس کو انحراف کی شکل میں پیش کرے گا۔ اسلامی فن میں غیر اللہ کو الٰہ تسلیم کرنا بھی نہیں ہے۔ فطرت بے شک خوبصورت، محبوب اور بدیع صورتوں والی ہے اور انسانی حس اس پر تعجب کرتی ہے لیکن فطرت کو معبود نہیں بنایا جائے گا جیسے رومانوی تحریک نے بنالیا۔ اگرچہ انسان کو عظیم صلاحیتیں حاصل ہیں لیکن انسان معبود نہیں۔ انسان کو یہ تمام نعمتیں اللہ کی عطا کردہ ہیں اور انسان پر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شکر نہ کرے بلکہ کفرانِ نعمت کرے تو اسلامی فن اسے انحراف اور بگاڑ کی شکل میں پیش کرے گا۔

تاریخ کی مادی جبریت بھی معبود نہیں ہے۔ جیسا کہ جاہلی واشتراکی ادب و فن نے انسان کو مادی جبریت کے سامنے ذلیل و حقیر بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی فن کا میدان بہت زیادہ وسیع ہے اور زندگی کا کوئی معاملہ اسلامی فن کے دائرے سے خارج نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسلامی فن کا میدان تمام فنون سے وسیع تر ہے کیونکہ اس میں اللہ، کائنات، زندگی، انسان اور ان تمام کے درمیان روابط و تعلق مد نظر ہیں۔ لیکن اسلامی فن، متوازن، نظیف اور اعلیٰ ہے اور اس اعلیٰ ترین مقام پر ہے جو مقام اللہ کے خلیفہ کا ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس واقعیت سے بھی غافل نہیں ہے کہ انسان زندگی میں خلافتِ راشدہ سے منحرف ہے اور انسان میں فطری ضعف بھی ہے۔۔۔ ہم اس واقعیت پر اس طرح روشنی ڈالیں گے کہ تاریک پہلو ہمارا مرکزِ توجہ نہیں ہوگا۔ تاریک پہلو انحراف کی واقعیت ہے، انسان کی واقعیت نہیں ہے۔ یہ انسانی کمزوری کا وقفہ ہے۔ اس کے بعد انسان پھر بلند ہو جائے گا۔ (11)

فن اور زندگی

آرٹ اور فن زندگی کی ایک شکل ہے خواہ وہ زندگی سے فرار کی عکاسی ہی کیوں نہ کرے۔۔۔ فن زندگی کی عکاس ہے اس لیے جوں جوں زندگی بگاڑ کی شکار ہوتی جائے گی اسی قدر فن میں بھی انحراف اور بگاڑ رونما ہوتا جائے گا۔

مغربی فن۔ دیوتاؤں اور انسان کی کشمکش کا عکاس

تاریخ کے تمام ادوار میں مغربی فن کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ دیوتاؤں اور انسان کی کشمکش کی عکاسی کرتا رہا ہے۔۔۔ جس حد تک مغربِی فن نے دیوتاؤں اور انسان کی کشمکش کی عکاسی کی ہے اگر اس حد تک فن اللہ اور انسان کے مابین صحیح تعلقات کی ترجمانی کرے تو اس وقت فن کی کیا نوعیت ہو گی ؟۔([12])

ذوقِ جمال

طبیعت کی پکار پر لبیک کہنا انسانی فطرت کی گہرائیوں میں پیوستہ شعور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ طبیعت اور پوری کائنات کی پکار پر لبیک کہتا اور ہر نوعِ جمال کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہے۔۔۔ لہٰذا جمال کی پسندیدگی انحراف نہیں بلکہ جمال پسندی تو انسانی تشخص کا ایک لازمہ ہے اور اس کا نہ ہونا فطرت سلیمہ سے روگردانی ہے۔

عبادتِ جمال

لیکن عبادت جمال۔۔۔ خواہ وہ کسی شکل میں ہو۔۔۔ ایک وثنی انحراف ہے جس کی طرف وہ فطرتِ سلیمہ مائل نہیں ہو سکتی جو خالقِ جمال کی عبادت کرتی ہے اور جمال و خوبصورتی کے بت تراش کر نہیں پوجتی اور ان دونوں میں ظاہر ہے کہ بہت نمایاں فرق ہے۔([13])۔

آرٹ اور فن کا بگاڑ

اثباتِ ذات

تاریخ کے تمام ادوار میں مغربی فن کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ دیوتاؤں اور انسان کی کشمکش کی عکاسی کرتا رہا ہے۔۔۔ مغربی فن کا دیوتاؤں اور انسان میں کشمکش کا عکاس ہونا ہی اس میں بگاڑ کا سبب بنا ہے کیونکہ فن بھی عقیدہ میں رونما ہونے والے درجہ بدرجہ تمام انحرافات سے متاثر ہوتا ہے([14])۔

وثنی عبادت

دوسری نشانی اور علامت خوبصورت اجسام کی "وثنی"عبادت ہے۔ جس کے بارے میں لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ فن ہے۔۔۔ یونانی زندگی کے بارے میں کہا یہ جاتا ہے کہ اس میں لوگ "مجرد جمال" کی عبادت کرتے تھے۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ اس پرستشِ جمال کے نتیجے میں پوری سوسائٹی بداخلاقی کا شکار تھی اور ساری یونانی تہذیب تباہی سے ہمکنار ہو گئی تھی جیسا کہ یونانیوں کی محبت اور جمال کی کہانیاں ایسی بداخلاقیوں سے پُر نظر آتی ہیں جس میں انسان اور دیوتا سب سر تا پا ڈوبے ہوئے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پرستشِ جمال کے پسِ پردہ جسمانی شہوت رانی اصل محرک تھی۔ نشاۃ ثانیہ سے لے کر آج تک مغربی فنون یونانی جاہلیت کے ان دو مندرجہ بالا بگاڑ و انحراف سے متاثر چلے آتے ہیں۔ ([15])۔

تحریک رومانویت

اس کے بعد وہ دور بھی آیا جب یورپ نے کلیسا اور کلیسا کے خدا سے بھاگ کر طبیعت کی پرستش شروع کر دی۔ یہ دور مغربی فن کی تاریخ میں "تحریک رومانویت" کا دور کہلاتا ہے۔ اس میں بھی الٰہ کا وجود نظر آتا ہے لیکن الٰہ کے تصور میں انحراف ہے کیونکہ رومانویت میں صرف طبیعت سے دلچسپی کا اظہار نہیں بلکہ طبیعت کی پرستش کی جاتی تھی اور یہیں سے انحراف ہوا۔([16])۔

نیا الٰہ، انسان

اس بگڑی ہوئی تحریک رومانویت کی بناء پر یورپ نے ایک نئی فنی جاہلیت اپنالی اور اس نئی جاہلیت میں بھی الٰہ پھر سے تبدیل ہو گیا۔ اب نیچر پرستی نہیں رہی، اب چونکہ انسان نے کائنات کے رازہائے سربستہ سے پردہ اٹھادیا ہے اور خود انسانی علم نیچر پر غالب آگیا تو انسان بھی صنعتی انقلاب، سائنسی ترقیات اور قدرتِ انسانی کے زیر سایہ ایک نئے الٰہ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو گیا اور یہ نیا الٰہ خود انسان تھا([17])۔

ادبِ الحاد

مغربی فنکاروں کے یہاں مسئلہ صرف یہ نہیں تھا کہ فن کو خدا اور مذہبی افکار سے دور رکھا جائے بلکہ ہر مذہبی خیال کا مذاق اڑانا اور ہر اللہ کا نام لینے والے پر پھبتی کسنا بھی ان کے مقاصد میں شامل تھا۔۔۔ تاکہ اس کے پردے میں مذہب کے اصول کا ٹھٹھا اڑایا جائے اور اللہ پر ایمان رکھنے والوں کی سادہ لوحی پر قہقہے لگائے جائیں۔ غرض یہ ملحدانہ ادب دنیا میں اشاعت پذیر ہوا اور یہ وہ ادب تھا جو اللہ پر الزام دھرنے اور اللہ کے بندوں کا مذاق اڑانے میں بڑا مشاق تھا۔ اور اسی ادب کا نام "آزادیٔ فکر" رکھا گیا۔

بعینہ اسی وقت دو اور جاہلی محرکات فن کو مزید انحراف کی طرف لے جا رہے تھے۔ یہ دو محرکات تھے: انسانی وجود کی حیوانی تعبیر اور انسانی عمل کی جنسی تعبیر([18])۔

انسانی وجود کی حیوانی تعبیر

اس کے زیر سایہ جو فن تشکیل پایا اس کا نام طبیعی فن رکھا گیا۔ اس فن نے انسان کی تصویر کشی کچھ اس طرح پر کی کہ انسان اپنی طبیعت اور فطرت ہی کے لحاظ سے نہایت درجہ کمینہ، دھوکہ باز اور مفاد پرست ہے۔ اس کے پاس نہ کوئی اخلاقی سرمایہ ہے اور نہ کوئی ضابطہ زندگی۔ سارے اخلاق معاشرے سے منافقت کے نتیجے میں رونما ہوئے ہیں اور اس سے زیادہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (ذرا غور کیجیے) انسان نے آخر اس منافقانہ اخلاق ہی کو کیوں اختیار کیا۔ کیا منافقت ہی اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ انسانیت کا تقاضا کیا ہے؟۔

انسانی عمل کی جنسی تعبیر

اس نے ایک مکمل فن ترتیب دیا ہے اور اس فن کے مختلف گوشے یہ ہیں: فحش ادب، عریاں تصاویر، سینما، افسانے، رقص، گانے وغیرہ۔ غرض یہ فن رواج پا گیا۔ اور اس کے پس پردہ عالمی صیہونیت، غیر یہودیوں کا اخلاق تباہ کرنے کے لیے کام کرتی رہی۔ یہ سارے انحرافات کسی ایک مرحلے پر آکر ختم نہیں ہوگئے بلکہ فن بھی ان تمام انحرافات سے دوچار ہوا جو تصور اور عمل میں پائے جاتے تھے۔ ساتھ ہی نفس انسانی کے بارے میں موجودہ تصور بھی فن پر اثر انداز ہوا([19])۔

سریالیت

چنانچہ لاشعور کے بارے میں فرائڈ کے نظریات سے ادب اور فن میں سریالیت نے جنم لیا اور تجریدی آرٹ اور جدید فن کی دیگر بدعتیں رونما ہوئیں۔ سب کی بنیاد یہی فلسفہ ہے کہ عقل و شعور انسانی وجود میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ اصل چیز لاشعور ہے۔ لیکن یہ دلیل نہایت کمزور ہے کہ لاشعور ہی انسان ہے کیونکہ اس امر سے کیا مانع ہے کہ لاشعور اور شعور دونوں کا مرکب انسان ہو؟۔ نظریہ فردیت سے وہ فنون ظہور پذیر ہوئے جو اجتماعیت کی شکست و ریخت چاہتے تھے۔ اس نظریہ میں فرد کو دیوتا کا مقام حاصل ہے، کوئی معاشرہ فرد پر حکمران نہیں ہو سکتا، نہ اس کے اخلاق، عادات اور تصرفات کا نگران قرار دیا جا سکتا ہے۔۔۔ لیکن کیا فرد کے بغیر معاشرہ اور معاشرہ کے بغیر فرد رہ سکتا ہے؟([20])۔

فلسفہ وجودیت

فلسفہ ارتقاء۔ کائنات کے خود بخود۔ اور بلا مقصد وجود نے وجودیت کا ایک فلسفہ تراشا ہے۔۔۔اس کے بعد فن میں پھر ایک بنیادی انحراف رونما ہوا اور وہ یہ کہ اب انسان معبود نہیں رہا۔ اب معبود جبریات بن گئیں چنانچہ فن بھی جبریات کی طرف متوجہ ہو گیا اور انسان کی تعبیر جبریات کے ماتحت کرنے لگا۔ فن کے موجودہ اسکول جنہیں اجتماعی مذاہب کا نام دیا جاتا ہے، ان کا موضوع انسان نہیں رہا بلکہ انسان تو ایک ایسا عدسی شیشہ ہے جس میں سے اجتماعی جبریت، اقتصادی جبریت اور تاریخی جبریت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔۔۔اور یہ جبریات ہی اب وہ پیمانہ ہے جس پر انسانی زندگی رواں دواں ہے۔ ان لامتناہی انحرافات کی موجودگی میں مغربی فن نے آرٹ کے بے مثال انسانی نمونے پیش کیے ہیں، البتہ ان انحرافات کی بناء پر ان کے چہرے مسخ ہو کر رہ گئے ہیں۔ فن کے ان نمونوں میں بہتر ادائیگی اور انسانی زندگی اور اس کی نفسیات کے بعض گوشے کچھ اس طرح اجاگر کیے گئے ہیں کہ بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ کاش یہ نمونے جاہلی انحرافات کا شکار ہو کر اپنا حسن نہ کھو بیٹھتے!([21])۔

جنسی ادب

جنسی ادب، جس میں انسانی زندگی کو بھڑکتی ہوئی اشتعال انگیز جنسی اشتہاء کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، تو بالکل ہی حقیقت سے بعید، حسن سے عاری اور فنی پہلوؤں سے تہی ہے اور اسی طرح ادب جس میں لاشعور کی ہذیان سرائی ہی انسانیت متصور ہوتی ہے یہ بھی حسن و خوبصورتی سے عاری ایک بے حقیقت شے ہے۔ غرض ان جملہ انحرافات میں مبتلا ہو کر مغربی فن ایک مکمل لامعقولیت بن گیا اور یہی لامعقولیت دورِ جدید کے یورپ کا کمال بن گئی۔۔۔اور یہ وہ جاہلیت جدیدہ ہے جس میں انسان کی یقین کی ساری پونجی لٹ چکی ہے اور اب اس کے پاس قلق واضطراب اور حیرت و بے چینی کے سوا کچھ باقی نہیں بچا ہے۔([22])اس قلق اور بے چینی میں انسان یکہ و تنہا ہے، نہ اسے کسی دوست کا ساتھ نصیب ہے نہ معاشرے کا، اگر اس کے پاس پیسہ ہے بھی تو وہ اسے وقتی طور پر کچھ سکون اور خوشی دے دیتا ہے لیکن وہ خوشی، سکون اور مسرت جو ایک مسلمان کا سرمایہ ہے وہ اس کے پاس ناپید ہے۔ اسی کی وجہ سے آئے دن یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ کس ملک میں سالانہ کتنے آدمیوں نے خودکشی کی۔ اب ان کی دیکھا دیکھی ہمارا لادینی طبقہ بھی ان کے نقش قدم پر چلنے لگا ہے اور خودکشیوں کی یہ رفتار مسلم معاشروں میں بھی بڑھتی جارہی ہے۔

فنونِ جمیلہ اور اسلام

سلام جس طرح اس کائنات کو معروضی (Objective) شے سمجھتا ہے۔ اس طرح اس کے نزدیک حس و جمال کا وجود بھی معروضی ہے۔ یہی نہیں حسن و جمال کا احساس بھی اس کے نقطہ نظر سے اتنا ہی فطری ہے جتنا کسی شخص کا اپنے اعمال اور اپنے گرد و پیش پھیلی ہوئی اشیاء کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ ان میں یہ کام موزوں اور قرینِ عقل و دانش ہے اور یہ کام موزوں نہیں۔ یا یہ چیزیں ڈھب کی ہیں اور فلاں فلاں شے اس زمرے میں شامل ہونے کے لائق نہیں۔ احساسِ جمال یا ذوقِ حسن بھی اسی فطرت کا انمول فیضان ہے جس کے بل پر انسان مختلف اشیاء کے بارے میں افادیت کا فیصلہ صادر کرتا ہے، یا بعض اعمال کے حسن و قبح سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ یہی فطرت اسے بتاتی ہے کہ رنگ و نگہت کا یہ امتزاج نظر کو بھاتا اور فرحت بخشتا ہے اور آہنگ و آواز کا یہ تناسب دل کے خوابیدہ نغموں کو بیدار کرتا اور طرب و انبساط کی کیفیتوں کو مادیت کی آلائشوں سے پاک کر کے روحانی کیف سے دوچار کرتا ہے۔ یہ دنیا عارضی اور فانی سہی، آخر حسین کیوں نہ ہو جب ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان

لے آنے کی وجہ سے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس کو اس پروردگار نے ترتیب دیا ہے جو نقاشِ ازل اور خطاطِ خوب تر کی صفت سے متصف ہے جو خود بھی جمیل ہے اور جمال کا سرچشمہ بھی ہے۔اس صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کا ایک ایک نقش اور ایک ایک نقشہ و شوشہ اپنی آغوش میں حسن وجمال کی فراوانیاں لیے ہوئے ہو(23)۔

کسی شے کا وجود میں آنا اور حسین ہونا دو مختلف حقیقتیں ہیں

کسی شے کو وجود بخشنا اور پھر اس پر خلعتِ وجود کو سجانا اور اس میں پھبن اور حُسن پیدا کرنا دو الگ الگ حقیقتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دستِ ہنر پرور نے بیک وقت ان دونوں کو اپنی تجلیاتِ تخلیق میں اجاگر کیا ہے: اَلَّذِیْ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ۔(24) "جس نے ہر شے کو بہت اچھی طرح بنایا، اس کو پیدا کیا"۔ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔(25) "اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور عمدگی سے بنائیں"۔ قرآن مجید کی یہ آیات اس چیز پر شاہدِ عدل کی حیثیت رکھتی ہیں کہ حسن وجمال سے متصف اشیاء نہ صرف خارج میں اپنا وجودِ پیراہن رکھتی ہیں اور سچی معروضیت سے بہرہ مند ہیں بلکہ حسن وجمال ایسی ترکیب و تخلیق سے زائد ایک حقیقت و اضافہ کا نام ہے۔ حسن ایک جیتی جاگتی حقیقت اور فطرت و قدرت کا وہ اعجاز و کرشمہ ہے، جسے فرشتوں تک نے جانا بوجھا اور تسلیم کیا ہے اور یہی وہ مضمون ہے جس نے شعر و نغمہ اور ادب و تحریر کے نوشتوں کو حیاتِ جاوداں بخشی ہے۔(26)

حسن وجمال کے بارے میں بورژوائی حکماء کی غلط اندیشی

مسئلہ کا یہی موڑ ہے جہاں اسلام کا فلسفہ حسن وجمال بورژوائی (اشتراکی) فلسفہ سے جدا ہوتا ہے۔ اسلام اس بات کو نہیں مانتا کہ حسن وجمال محض موضوعی ہے اور اس کی جلوہ طرازیاں اشیاء سے زیادہ نظر، فکر و ذہن اور مناسبتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسی بورژوائی فلسفہ کی ترجمانی ہیوم نے یوں کی ہے: "فطرت کے مختلف مظاہر میں جو خوبصورتی محسوس ہوتی ہے وہ دراصل فکر و ذہن کی ان کروٹوں میں موجزن ہے جو سوچتا اور غور کرتا ہے۔ خود اشیاء میں اس کا وجود نہیں"۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حسن وجمال تمام تر معروضیت ہی کا مرہونِ منت نہیں بلکہ اس کے اظہار میں اکثر و بیشتر موضوعیت کی طرفہ طرازیوں کو بھی دخل ہے۔ اس میں مجاز و تشبیہ کی کارفرمائی کا بھی حصہ ہے اور اس تلازم کا بھی کردار ہے جو دو حسین اشیاء میں قائم کر لیا جاتا ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر ہم یہ کہیں گے کہ کبھی کبھی حسن وجمال کا تصور محض موضوعی ہوتا ہے۔۔۔ اس کے باوجود ہمیں اصرار ہے کہ حسن وجمال کا وجود حقیقی ہے اور اس کا تعلق اس ذاتِ گرامی اور اس ذاتِ ستودہ صفات سے ہے جس نے وجود کا یہ رنگ برنگ شیش محل ترتیب دیا ہے(27)۔ حسن وجمال کی معروضیت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو گا کہ ایک فنکار حسن وجمال کی جن تخلیقات پر ناز کرتا ہے اور ان میں خط، رنگ و نقش کی جن خوبیوں کو سموتا یا آواز و آہنگ کی جن مناسبتوں کو اجاگر کرتا ہے، ان سب کا مواد فطرت نے مہیا کیا ہے، ذہن انسانی نے نہیں۔ یعنی دنیا میں اگر یہ ہرے بھرے درخت نہ ہوتے، پھول پتیوں کا وجود نہ ہوتا، ان میں یہ رنگ اور نکھار نہ پایا جاتا تو کیا ممکن تھا کہ مصوّر اپنی تصویروں میں رنگ کی شعبدہ طرازیوں کا یوں اظہار کر سکتا؟۔ یہ محض قدرت کا فیض ہے کہ اس نے ہمیں رنگ کی بوقلمونیوں سے آشنا کیا اور بتایا کہ رنگ ولَون کے امتزاج سے جو حسین چیزیں جلوہ آراء ہوتی ہیں ان کو ہم نے ترتیب دیا اور پیدا کیا ہے: وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ۔(28) "اور جو طرح طرح کے رنگوں کی چیزیں اس نے زمین میں پیدا کیں وہ تمہارے زیر فرمان کر دیں"۔ اسلامی نقطہ نظر سے قدرت حسین ہی نہیں، حسن پرور بھی ہے۔ ذوق شرط ہے۔ یہ موجود ہو تو پوری کائنات رنگ و نکہت کی آئینہ دار ہو گی اور انسان اس لائق ہو گا کہ ولیم بٹلر کی زبان میں یہ کہہ سکے کہ حسن ہر کہیں جلوہ گر ہے اور یہ وہ سمندر ہے جس میں جزر نہیں۔ اور ذوق نہ ہو تو حسن وجمال

کی معروضیت کا یقین دلانا مشکل ہو جائے گا۔ یہی سنیں اس صورت میں یہ کائنات سرے سے اس قابل ہی نہ رہے گی کہ کوئی یہاں رہے اور اس سے دلچسپی رکھے۔ ([29])۔

اصل مسئلہ

ہمارے نزدیک یہ بورژوائی حکماء کی ستم ظریفی اور کورذوقی ہے کہ حسن و جمال کے بارے میں انہوں نے اس لیے اس بے کار بحث کو چھیڑ دیا کہ یہ معروضی ہے یا موضوعی۔ اس کا تعلق اشیاء سے ہے یا ذہن و فکر کی تخلیق و آفرینش سے۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ حسن و جمال کی رعنائیوں کو فن کے سانچوں میں کس طرح ڈھالنا چاہیے اور پھر اس فن سے کیونکر قوموں میں تہذیب و تمدن کے روحانی و اخلاقی لطائف کا کام لینا چاہیے؟۔ ([30])۔

کیا فن آزاد ہے اور فنکار معاشرہ کا جزو نہیں

اگر فنکار معاشرہ کا شائستہ اور باوقار فرد ہے اور کوئی بھی معاشرہ اخلاقی و روحانی اقدار سے بے نیاز رہ کر ترقی نہیں کر سکتا تو اس صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ فن کار کچھ کلیات و تصورات کو اپنا کر آگے بڑھے اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اس عمدگی اور سلیقے سے استعمال کرے کہ معاشرہ حسن وخوبی کی قدروں کو ذوق کی حد تک قبول کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اس لیے اگر فن سے معاشرہ میں اخلاقی و روحانی قدریں نہیں نکھرتیں، افرادِ انسانی میں صحیح ذوق کی تربیت نہیں ہو پاتی اور قلب و ضمیر اعلیٰ جمالیاتی پیمانوں سے نا آشنا رہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فن ناکام رہا۔ فن اسی وقت تک بڑھتا اور پروان چڑھتا ہے، جب اس کی کوششوں سے خود معاشرہ آگے بڑھے، معاشرہ ترقی کرے، اور معاشرہ کی گتھیاں اس کی تابش وضو کی جلوہ آرائیوں سے سلجھاؤ اختیار کریں۔ لیکن اگر فن مشکلات کو سلجھانے میں کوئی مدد نہیں کرتا، پیش آئندہ مسائل پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا، یا قانون، قاعدہ اور روایت کی آنکھوں سے اوجھل ان نازک گوشوں کو منظرِ عام پر نہیں لاتا، جن کا تعلق باطن اور معنی سے ہے تو وہ فن نہیں، اسے بیگار یا بیکاری کا ایک مشغلہ کہنا چاہیے، جس سے تفریح کا کام تو لیا جاسکتا ہے، اصلاح و تعمیر اور ذوق کی پاکیزگی کا نہیں۔ ([31])

فن برائے فن کا نعرہ اور ملحد

فن برائے فن کا نعرہ چالاک حکماء نے اس لیے گھڑا تھا تا کہ ان کے ملحدانہ خیالات و افکار کی اشاعت و فروغ کے لیے وجہ جواز پیدا ہو سکے اور ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کی جاسکے، جو روحانی اور معنوی اقدار کی تقدیس کا قائل نہ ہو، جو سطحی مادیت کا پرستار ہو اور زندگی کو اس سے زیادہ اہمیت دینے کے لیے تیار نہ ہو کہ یہ حیاتیاتی تقاضوں کی تکمیل و پرورش کا دوسرا نام ہے اور یا پھر یہ نعرہ اس گھٹن اور تنگ نظری کے رد عمل کے طور پر ابھرا جس کو پیرانِ کلیسا نے صدیوں نہ صرف روا رکھا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی اور ہر اس شخص کو لائقِ تعزیر گردانا جس نے کلیسا کے تعصبات کا ساتھ نہ دیا اور عقل و دانش کے تقاضوں کی تائید کی۔ ([32])

فن کار کا مقام

ہمارے نزدیک فنکار کا درجہ ایک مصلح سے کم نہیں۔ یہ بسا اوقات برش اور قلم کی ایک جنبش سے ایسے عجیب و غریب نقش ابھار دیتا ہے جن سے قانون و آئین کی بے مائیگی کا اندازہ ہوتا ہے اور ایک اچھے خاصے مہذب و شائستہ معاشرہ کی وہ بھیانک غلطیاں فکر و نظر کے سامنے آموجود ہوتی ہیں، عام حالات میں جن کو محسوس نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ یاد رہے فنکار کی نگاہِ احتساب

معاشرہ کے عیوب ہی تلاش نہیں کرتی، اس کے لیے مرہم اور مداوے کا اہتمام بھی کرتی ہے۔ صرف تفریح اور خوشی کے موتی ہی نہیں بکھیرتی، زندگی کی تمام نشاط آفرینیوں میں اضافہ کا موجب بھی بنتی ہے۔ زندگی کو ولولہ تازہ بھی عطا کرتی ہے اور تہذیب وتمدن کو ادراک واحساس کے ان لطائف سے بھی مالا مال کرتی ہے جن کے بغیر زندگی ٹھس اور بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔ غرض فن ایک حسین طاقت ہے اور ایک حسین قوت ہے اور اصلاح و تعمیر کا ایسا اسلوب ہے جو بہر حال کار گر ہو کر رہتا ہے۔(33)

فنونِ جمیلہ اور اسلام میں ان کی اہمیت

اسلام جمالیاتی نقطہ نظر کی اہمیتوں کو تسلیم کرتا ہے لیکن صرف اس حد تک کہ اس سے ابلاغ، تعمیر اور بلندئ کردار وفکر کا کام لیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں اسلام جمالیات سے یہ کام لینا چاہتا ہے کہ اس کے ذریعہ انسانی فکر کی زلفِ دوتا کو سنوارا جائے اور اس کے کردار وعمل میں حسن وجمال کی تابانیوں کو اس ڈھب سے سمو دیا جائے جس سے شرف انسانی کی روایات زندہ و تابندہ نظر آئیں۔ اس کے نزدیک اصل اہمیت اس حسین و جمیل عقیدہ کو حاصل ہے جس کو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس عمل کو ہے، جس کو قرآن مجید عملِ صالح کہہ کر پکارتا ہے۔ اسلام ایک دین اور ایک ضابطہ حیات ہے۔ اس کا مقصد فرد و معاشرہ کی اصلاح و تعمیر ہے۔ اس کے اپنے کچھ اخلاقی و روحانی معیار اور پیمانے ہیں اور اپنا ایک مزاج اور تشخص ہے، اور فنونِ جمیلہ کی حیثیت اس کے مقابلہ میں دین یا زندگی کے نہج و اسلوب کی نہیں، محض ذریعہ ابلاغ کی ہے۔ اس کی مصلحتیں، اس کے تقاضے اور مضمرات بہر حال دین کے تابع رہیں گے اور اسی نسبت سے اس کے جواز یا افادیت کا دائرہ متعین ہو گا، جس نسبت سے یہ اسلامی اقدار کے فروغ واشاعت کا ذریعہ قرار پائیں گے۔(34)

فنونِ جمیلہ یا فنونِ لطیفہ کے مشمولات

اس میں خطاطی، تصویر، موسیقی، رقص، مجسمہ سازی اور تزئین و آرائش کے وہ تمام مظاہر داخل ہیں جو تزئین و آرائش کے علاوہ اپنی آغوش میں کچھ معانی اور دلالتیں بھی لیے ہوئے ہیں۔۔۔ان کا تعلق اظہار کے ان اسالیب سے ہے، جن میں ایک طرح کے ابہام اور گہرائی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس تعریف کا اطلاق خط، رنگ اور آہنگ کی صرف انہی مرکب صورتوں پر ہو سکے گا جن کو سمجھنے کے لیے زبان، محاورات اور گرامر سے زیادہ ذوق و وجدان کے لطائف کی طرف رجوع کرنا پڑے۔(35)

شعر وادب

ان کو شروع ہی سے اسلامی مزاج و ذوق نے اپنا لیا ہے۔ اپنایا ہی نہیں، اس کو مضمون و معنی کی گہرائیوں سے مالا مال بھی کیا ہے۔ اس میں لطف کی بات یہ ہے کہ مسلمان شعراء نے اپنے اشعار میں اگرچہ کسی دور میں بھی ان روحانی و اخلاقی پیمانوں کا خیال نہیں رکھا جن کو اسلام معاشرہ کی تعلیم و تربیت کے لیے ضروری ٹھہراتا ہے تاہم ہمیشہ اسلامی ذوق نے اسے گوارا کیا اور ان اشعار کی تخلیقاتِ ادبی پر اظہارِ تحسین کیا۔(36)۔

تفریح طبع کے لیے فرصت میں اچھے شعر سننا سنانا

حضرت عمرو بن الشرید اپنے والد حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سواری پر بیٹھا چلا جا رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہیں امیۃ بن ابی الصّلت کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: سناؤ، میں نے ایک شعر سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور، میں نے ایک اور شعر

سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور کچھ، یہاں تک کہ اسی طرح میں نے آپ ﷺ کو سو شعر سنائے۔([37]) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر شعر و شاعری کا مضمون ٹھیک ہو اور اس میں کوئی فحش باتیں نہ ہوں تو ان کے بنانے، پڑھنے اور سنانے میں کوئی حرج نہیں۔ ہر وہ چیز جو شریعت، اقدار اور اخلاق کی حدود میں ہو جائز ہو جاتی ہے اور جوں ہی اس دائرہ سے نکل جاتی ہے، اباحت، کراہت اور حرمت کے زمرے میں داخل ہو جاتی ہے۔ شاعری میں بھی اسی بات کا خیال رکھا جائے گا۔

رقص

رقص اور مجسمہ سازی کے لیے اسلامی فقہ و تہذیب میں جواز کی کوئی صورت نہیں نکلتی۔ اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ عورت جسے ماں بنناہے، جسے بلند کردار اور پاکیزہ نگاہ افراد کو جنم دیناہے اور جسے بہر حال گھر کی چار دیواری کی حد تک عفاف، اخلاص، متانت، وقار اور انسانی شرف کے تقاضوں کو محفوظ و زندہ رکھنا ہے، سرِ عام ناچے اور جسم کے پیچ و خم کا اس طرح اظہار کرے کہ ہر دیکھنے والا کلیجہ تھام کر رہ جائے۔ مغرب نے اگر اس کی حوصلہ افزائی کی ہے تو اس کی سزا بھی اسے مل رہی ہے۔ آج وہ گھر کے اس سکون، اس روحانیت اور تقدّس سے قطعی محروم ہے جس کو ایک عفیف و پاکباز عورت ہی قائم رکھ سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ رقص سے کلب آباد ہیں، مگر اس کی وجہ سے گھروں میں جو سناٹا ہے اور ازدواجی تعلقات میں نفاق کی جو عفونت ہے وہ کس درجہ تکلیف دہ ہے۔([38])

رقص اور جنسی جنون

اسلام رقص کے پیشہ کا قائل نہیں ہے جو صنفی جذبات کو ابھارتا ہے اور نہ کسی ایسی چیز کا قائل ہے جو طبیعت میں جنسی ہیجان پیدا کرتی ہے، مثلاً فحش گانے، حیاسوز ایکٹنگ، اور اس قسم کے دوسرے بے ہودہ کام۔ اگرچہ لوگوں نے اس قسم کی چیزوں کا نام فن رکھا ہے اور اس کو ترقی میں شمار کرتے ہیں لیکن الفاظ کا یہ نہایت گمراہ کن استعمال ہے۔([39])

مجسمہ سازی اور تقاضائے توحید

بالکل یہی حال مجسمہ سازی کا ہے۔ یہ فن بھی فن ہونے کے باجود اسلام کے توحید آشنا مزاج سے قطعی میل نہیں کھاتا۔ اسلام کے نقطہ نظر سے تیشہ آزر سے ابراہیمؑ کا تیشہ کہیں زیادہ عزیز ہے، جس کی ایک ہی ضرب سے بت پرستی کی رسم کہنہ پاش پاش ہوئی۔ یوں بھی اس فن کا تعلق کسی شخص کے انفرادی ذوقِ تخلیق سے ہے۔۔۔ انسان فانی ہے اور جس چیز کو بقا حاصل ہے، وہ اس کا ڈھانچہ نہیں جس کو مجسمہ ساز کا فن ترتیب دیتا ہے بلکہ وہ کردار، وہ عمل ہے، جس میں اپج، تخلیق اور بلندی ہے اور مجسمہ سازی سے یہ غلط فہمی پھیلتی ہے کہ اصل اہمیت عمل و کردار کی پاکیزگی کو حاصل نہیں، اس ذات کو حاصل ہے جس کو پتھر کے اس مجسمے میں زندہ کر دیا گیا ہے۔ اسلام اسی بنا پر مجسمہ سازی کا مخالف ہے کہ اس سے عظمتِ انسانی کا محور بدل جاتا ہے یعنی بجائے فکر و عمل اور سیرت کے، ایک ذات، ایک شخص اور ایک صورت زیادہ اہم قرار پاتی ہے۔ علاوہ ازیں مجسمہ سازی کے ساتھ اہلِ فن نے جس عریانی کو وابستہ کر دیا ہے اور جس جس انداز سے سفلی جذبات کی تسکین کا اہتمام کیا ہے، اس نے اس کی تہذیبی قدر و قیمت کو اور بھی گھٹا دیا ہے۔۔۔ بشرطیکہ تہذیب سے مراد روح و فکر کی بالا تہذیب ہو۔([40])

تصویر کا مقصد

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تصویر کے مقصد کو حرمت وغیرہ کے احکام میں کافی دخل ہے اور کوئی مسلمان کسی ایسی تصویر کے حرام ہونے کی مخالفت نہیں کرے گا جس کا مقصد اسلام کے عقائد، شریعت اور اس کے آداب کے خلاف ہو۔ پس

عورتوں کے عریاں اور نیم عریاں تصویریں اور نسوانیت اور اس کی خصوصیات اور جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو سکتا ہے ایسے اعضاء بھڑکانے والی شکلوں میں بنانا، جیسا کہ اس کا مظاہرہ رسائل واخبارات اور سینماگھروں میں کھلے بندوں ہو رہا ہے تو ان تمام چیزوں کے حرام ہونے میں اور اس قسم کی تصویر سازی کی ممانعت میں ادنیٰ شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح ان کی اشاعت کرنا، ان کو محفوظ کرنا اور گھر، دفاتر وغیرہ دیگر مقامات پر ان کی نمائش کرنا اور دیواروں پر آویزاں کرنا، نیز قصداً ایسی تصویروں کو دیکھنا اور ان کا مشاہدہ کرنا، سب حرمت میں داخل ہے۔ یہی معاملہ کافروں، ظالموں اور فاسقوں کی تصویروں کا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس قسم کے قماش کے لوگوں کی تصویریں بنائے یا ان کو محفوظ رکھے۔(41) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے دن تصویر بنانے والے ہوں گے۔(42) ایک اور روایت میں ہے: جو لوگ تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جو صورت تم نے پیدا کی ہے اس میں جان بھی ڈالو۔(43)

تصویر اور موسیقی

فی نفسہ نغمہ اور تصویر کے ساتھ اخلاقی قدر وابستہ نہیں۔ نغمہ صرف نغمہ ہے اور تصویر صرف تصویر یعنی یہ نہ اچھی ہے نہ بری۔ اسی طرح نغمہ نہ اچھا ہے نہ برا۔ تصویر میں برائی اس وقت ابھرتی ہے جب اس سے شرک پھیلے، شخصیت پرستی اور بے حیائی کے داعیے تقویت حاصل کریں۔ اسی طرح نغمہ اس وقت مضر اثرات کا حامل ہوتا ہے جب اس سے فسق وفجور کی محفلیں آراستہ کی جائیں یا اس سے محض سفلی جذبات کی تسکین کا کام لیا جائے۔ لیکن اگر ان دونوں کا رخ خیر کی طرف پھیر دیا جائے، ان میں افادیت پیدا کر دی جائے اور ان سے تعلیم وتربیت اور قومی وملی روایات کے احیاء کا فائدہ اٹھایا جائے تو نہ صرف عدم جواز کا پہلو ختم ہو جاتا ہے بلکہ یہ دونوں ابلاغ کا مؤثر ذریعہ بن جاتے ہیں۔(44)

آج کی موسیقی

واقعہ یہ ہے کہ کوئی بھی، گناہ کدہ، موسیقی سے خالی نہیں ہوتا، کیونکہ موسیقی ان تمام کے اندر روح کا کام کرتی ہے اور شہوت کے ابھارنے کا زبردست ذریعہ بنتی ہے، موجودہ دور کے اندر تو موسیقی تفریحات کا لازمہ بن کر رہ گئی ہے، اور معاشرے میں شہوانیت، عریانیت اور بے حیائی پھیلانے میں اس نے زبردست کردار ادا کیا ہے۔ ہمارے موجودہ دور میں موسیقی معاشرے کے بگاڑ میں جتنا حصہ لے رہی ہے، اتنی کوئی اور چیز نہیں، فلمیں ہوں یا ڈرامے، ناچ ہوں یا گانے، شراب خانے ہوں یا نائٹ کلب، کوئی چیز ایسی نہیں، جو موسیقی سے خالی ہو۔ کیا یہ سب دیکھنے کے بعد بھی اس سے انکار کرنا ممکن ہے کہ موسیقی شہوانیت کو ہوا دیتی اور زنا کا داعیہ بنتی ہے؟۔(45)

گانا سننا

گانا بجانا جس میں آلات موسیقی استعمال کیے جائیں یا نامحرم عورت کی آواز ہو نہ صرف حرام بلکہ حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے مقصد کے خلاف ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باجوں اور تانتوں کو مٹاؤں اور صلیب اور جاہلیت کی رسوم کو ختم کروں"۔(46) آپ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے کچھ گروہ زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال کرنے کی کوشش کریں گے "(47)۔ ارشاد ربانی، اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ ، کے تحت سید مودودیؒ لکھتے ہیں: آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کا

اطلاق عملاً بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بد اخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لیے جذبات کو اکسانے والے قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔ صرف آخرت ہی میں نہیں، دنیا میں بھی ان کو سزا ملنی چاہیے۔۔۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہیں جن کے ساتھ رواداری برتی جائے۔ دراصل یہ بڑی باتیں ہیں جن کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہیے۔(48)

اسلام میں تفریح کی اجازت

شریعتِ اسلامیہ میں وقت کی حفاظت اور بامقصد زندگی کے قیام کا حکم دیا گیا ہے اور لہو، لعب اور لغو کی ممانعت کی گئی ہے لیکن اس لہو، لعب اور لغو کی ممانعت کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ اسلام میں تفریح کی بھی ممانعت ہے۔ تفریح ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ تفریح جس کے ٹھیک ٹھیک معنی فرحت حاصل کرنے اور جسم وروح کو فرحت پہنچانے کے ہیں، وہ اسلام میں نہ صرف جائز بلکہ شرعًا ایک حد تک مستحسن و مطلوب ہے تاکہ اس تفریح کے ذریعے جسم اور روح کا کسل اور طبعی ملال دور ہو کر دوبارہ طبیعت میں نشاط، چستی، حوصلہ، ہمت اور امنگ پیدا ہو اور انسان ایک بار پھر پوری خوشدلی کے ساتھ زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی طرف متوجہ ہو سکے۔ ہاں البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ تفریح واقعتًا تفریح ہو یعنی اس سے جسم وروح کو فرحت و مسرت نصیب ہو۔ ایسی بامقصد تفریح رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسوہ حسنہ سے پوری طرح ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اسے جائز قرار دیا ہے بلکہ اعلیٰ مقاصد کے پیش نظر اسے باعث اجر وثواب سمجھا ہے چنانچہ جہاں رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی مسلسل جدوجہد، علم وعمل، خشیتِ خداوندی، ذکر و فکر الٰہی، جہاد و تبلیغ اور حسنِ عبادت سے آراستہ نظر آتی ہے وہاں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں ہمیں بامقصد کھیل اور وقتاً فوقتاً تفریح کی مثالیں بھی نظر آتی ہیں۔

چستی اور نشاط کا مطلوب ہونا

اسلام میں بامقصد تفریح کی جو اجازت دی گئی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اسلام سستی اور کاہلی کو ناپسند کرتا ہے اور چستی اور فرحت کو پسند کرتا ہے۔ ویسے بھی اسلام ایک فطری مذہب ہے اور حق تعالیٰ شانہ نے شریعت عین انسانوں کی مصلحت کے مطابق نازل کی ہے۔ اس لیے شریعت کی تعلیمات اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ مسلمان شریعت کے تمام احکام پر انقباض اور تنگ دلی کے ساتھ عمل کرنے کے بجائے خوشی خوشی ان پر عمل کرے اور جسم اور روح کے نشاط کے ساتھ زندگی کے اعلیٰ مقاصد کی جانب متوجہ ہو۔(49) ارشاد ربانی ہے:وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔(50) "اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی"۔يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔(51) "اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا"۔

فنونِ لطیفہ

مذہب کے بعد عقلِ وجدانی کا سب سے زیادہ اظہار فنونِ لطیفہ کے میدان میں ہوا ہے۔ سارے علوم، عقلِ استدلالی کے پیدا کردہ ہیں وہ "کیا ہے" سے بحث کرتے ہیں۔ فنونِ لطیفہ عقلِ وجدانی کے پیدا کردہ ہیں، وہ "کیا ہونا چاہیے" سے بحث کرتے ہیں۔ یونانی فلسفیوں نے حسن و جمال، خیر و کمال اور حق و صداقت کی تین اقدار کو تسلیم کیا ہے۔ اس لیے ان کے یہاں معیاری علوم، جمالیات، اخلاقیات اور منطق ہیں۔ مگر عقلِ وجدانی کے مظاہرات ان کے علاوہ بھی ہیں۔ شعر و ادب، نغمہ و موسیقی، مصوری و تعمیر بھی عقلِ وجدانی کے بہت مشہور مظاہرات ہیں، جن کو ساری دنیا نے تسلیم کیا ہے(52)۔

فنونِ لطیفہ اور مسلمان

مسلمانوں میں ذاتِ الوہیت حقیقتِ کبریٰ وراء الوراء ہے۔ براہِ راست کسی نوع کے ساتھ اس کا تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس سے قُرب حاصل کرنے کے تین ذرائع ہیں۔ رسول اللہ، کلام اللہ اور بیت اللہ۔ مسلمانوں کے فنونِ لطیفہ ان ہی تینوں کے گرد گھومتے ہیں۔ اسلام کا تصورِ توحید بہت نکھرا ہوا ہے۔ یہاں شبیہہ سازی کو سختی سے منع کر دیا گیا۔ اللہ کی توصیف و تقدیس کے لیے حمد کی صنف وجود میں آئی۔ مسلمانوں کی کوئی زبان اور بولی ایسی نہیں ہے جس میں حمد نہ لکھی گئی ہو اور نہ لکھی جاتی ہو۔ دعائیں اور مناجات بھی لکھی گئیں۔ اس صنف میں وہ دنیا کی تمام قوموں سے بڑھ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فطرتِ انسانی کا خالق ہے ۔۔۔ اس کی طبیعت اور جبلت کا تقاضا حسی وابستگی ہے جس سے انسان اپنا قلبی تعلق جوڑے۔۔۔ اس نے حسی دنیا میں دل بستگی کے لیے تین مظاہرات کو اپنی ذات سے نسبت قائم کرنے کی اجازت دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ، کلام اللہ اور بیت اللہ۔

رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ، وہ ہستی جو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لیے منتخب کیا، جس کا وحی اور جبرئیلؑ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے براہ راست رابطہ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (53) "آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، تم اللہ سے محبت کرنے لگو گے"۔ مسلمانوں نے اس قدر نعتیں لکھی ہیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔۔۔ یہ صرف مسلمانوں کا خاص امتیاز ہے، رسول ﷺ کا سراپا، ان کی سیرت اور مختلف واقعاتِ زندگی پر بھی شعراء نے طبع آزمائی کی ہے۔ ہندوؤں میں بھگتی تحریک کے تحت مخصوص قسم کی شاعری مسلمانوں کی آمد کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئی ہے۔ اسلام سے متاثر ہو کر یہ وجود میں آئی ہے۔

کلام اللہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرا کلام پڑھا کرو اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو: فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (54) اور وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (55) یوں تو کوئی مسلمان خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ، قرآن مجید ضرور پڑھتا ہے۔ مسلمانوں نے قرآن مجید پڑھنے کا مخصوص فن ایجاد کیا جس کو قراءت و تجوید کہتے ہیں۔ جس طرح ہر ملک اور ہر زمانے میں حافظ ہوتے ہیں اسی طرح قاری اور مجوّد ہوتے ہیں۔ کلام کے لکھنے سے ایک اور فن وجود میں آیا، جس کو حسنِ خط یا خطاطی کہتے ہیں۔ عربی خط کو انہوں نے کئی کئی طریقوں سے لکھا، خطِ نسخ، خطِ ثلث، رقاع، توقیع، نستعلیق۔ پھر قرآن مجید کی تزئین و آرائش پر غیر معمولی محنت کی۔ یہ فن کے نادر نمونے دنیا کے عجائب خانوں میں محفوظ ہیں۔ تزئین اور تحسینِ خط کے معاملے میں کوئی قوم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔۔۔ شاہنامہ فردوسی، فنِ خطاطی کا ایک نادر روزگار نمونہ ہے جو ترکی میں موجود ہے۔

بیت اللہ

بیت اللہ تعلق باللہ اور تقرب الی اللہ کا مظہر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیت اللہ کعبہ شریف مکہ مکرمہ میں میرا گھر ہے۔ اس پاک گھر میں عبادت کرو اور اس کا طواف کرو، نماز میں اسی جانب رخ کرو۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ ہجرت کر کے گئے تو وہاں آپ ﷺ نے مسجدِ نبوی تعمیر فرمائی۔ اس کے بعد جہاں مسلمان گئے مسجد کا بنانا ضروری تھا۔ یہ اللہ کا گھر ہے۔ مسجدوں کی تعمیر و تزئین اور آرائش پر مسلمانوں نے بے اندازہ محنت صَرف کی ہے۔ مسلمانوں کے یہاں فنِ تعمیر کے بہترین نمونے مساجد، مثلاً مسجد قرطبہ، جامع اموی، جامع سلطان احمد (ترکی) جامع اصفہان، جامع مسجد دہلی، بادشاہی مسجد اور شاہ فیصل مسجد

ہے۔۔۔اس جہت سے مسلمانوں میں فنِ تعمیر نے فروغ پایا۔ اس کے بعد فن کے دوسرے شاہکار بھی وجود میں آئے۔ حقیقتِ کبریٰ کا مخصوص ادراک اور تہذیب کے مخصوص تصورات کی چھاپ اس تہذیب کے فن پاروں پر نمایاں نظر آتی ہے۔ لوح و قلم ہو یا سنگ و خشت دونوں اپنے فنکاروں کے قلبی عقائد اور اندرونی جذبات کا زبانِ فن سے اظہار کرتے ہیں، انسان اگر ذوقِ لطیف اور قلبِ شنوا سے محروم نہ ہو تو ان فن پاروں کی صدا غیر مفہوم نہیں ہوتی (56)۔

مساجد کا جمال وجلال

مساجد جنہیں بیوت اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، پر ذرا غور کریں۔ ان کی تعمیر میں جلال و جمال ہے۔ توازن و تناسب ہے۔ سادگی اور سبک پن ہے۔ وسعت و پہنائی ہے۔ رفعت و بلندی ہے۔ سنگین مستحکم عمارت ہے مگر حسین، دلکش اور جاذبِ نظر ہے۔ مسجد پر غور کرنے سے اسلامی تصورِ حقیقت کے اجزاء ابھر کر ذہن میں آجاتے ہیں۔ یہاں ان میں خالص توحید ہے۔ عظمت و کبریائی ہے۔ جمال وجمال ہے۔ لطافت و نفاست ہے۔ علو و رفعت ہے۔ وسعت و پہنائی ہے۔ صفاتِ حسنہ کا مرقع ہے۔ گویا ان صفات نے مجسم شکل اختیار کرلی ہے۔ سنگ و خشت کی تعمیر میں حقیقت کے مختلف تصورات اور پہلوؤں کو اس عمدگی اور خوبصورتی سے سمو دیا گیا ہے کہ دیکھ کر عقل مبہوت ہو جاتی ہے، دنگ رہ جاتی ہے اور زبان پر بے ساختہ اللہ اکبر کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں (57)۔

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزہ فن کی ہے، خونِ جگر سے نمود

اسلامی فنونِ لطیفہ کی ایک اہم خصوصیت

اسلامی فنون لطیفہ ظاہر سے زیادہ باطن پر زور دیتے ہیں۔ صورت سے زیادہ حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ وہ محسوسات کے مقابلے میں معقولات کو اہمیت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت حکیم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بے کار، لایعنی اور لغو افعال سے پاک ہے۔ اس لیے اسلامی فنونِ لطیفہ نے کبھی ایسے فن پارے تخلیق نہیں کیے جو بذاتِ خود تو لغو اور بیکار ہوں مگر ندرت کا ان سے ظہور ہو جیسا کہ دوسری تہذیبوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسلامی فن پارے مفید اور کارآمد اشیاء سے متعلق رہے ہیں۔ اسلام کے خالص تصورِ توحید میں شرک کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے بت تراشی، مجسمہ سازی اور مصوری اسلامی فنون میں راہ نہ پا سکے۔ سقوطِ بغداد کے بعد جب تاتاریوں اور چینیوں کے اثرات پڑنے لگے تب درباروں میں مصوری نے بار پایا۔ مگر یہ فن عام مسلمانوں میں مقبول نہ ہو سکا۔ اسلام کسی خطے سے وابستہ نہیں ہے۔ اسلامی تہذیب زمان و مکان کی قیود سے آزاد ایک آفاقی اور عالمگیر تہذیب و ثقافت ہے۔ وہ ایک مخصوص تصورِ حقیقت کی معتقد اور چند اعلیٰ اقدارِ حیات کی حامل ہے۔ مسلمان جن جن ملکوں میں گئے، جو جو مصالحہ اور سامان وہاں میسر آیا اسی کو اختیار کیا۔ البتہ فن پاروں میں انہوں نے اپنی اعلیٰ اقدار کو داخل کر دیا۔ وہاں فن کو پستی سے نکال کر رفعت اور لطافت عطا کی۔ اسلامی تہذیب و ثقافت میں باوجود تنوع اور نیرنگی کے وحدت اور یکسانیت پائی جاتی ہے۔۔۔یہ وحدت ان کے فن پاروں میں بھی جلوہ ریز ہے۔ وحدت اسلامی تصورِ حقیقت سے منعکس ہو کر آئی ہے (58)۔ ذیل میں جمالیات اور فنون جمیلہ کے حوالے سے فکر اسلامی اور لادینی تصورات کا ایک تقابلی جائزہ چارٹ دیا جارہا ہے۔

نمبر شمار	فکر اسلامی	لادینی تصورات
1	عقیدہ توحید	شرک، وثنیت اور بت پرستی
2	مقصدیت	فن برائے فن

3	پردہ پوشی	عریانیت
4	مناظرِ فطرت کی تصویر کشی	جانوروں اور انسانوں کی تصاویر
5	سمعی آرٹ میں حسن قراءت ، اذان، تہلیل، تمجید، تکبیر، تسبیح اور نعت و نظم شامل ہیں۔	سمعی آرٹ: موسیقی، گانے، سفلی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے بے شمار ذرائع
6	بصری آرٹ: کعبہ، مساجد، تعمیرات، منبر و محراب، فطری مناظر، خطاطی و نقش نگاری، اقلیدسی و ہندسی اشکال	بصری آرٹ: مجسمہ سازی، شبیہہ سازی، عریاں اور نیم عریاں مجسمے اور تصاویر
7	حدود و قیود، حلال و حرام کا خیال رکھنا اور اس کا مجاز خدا کو سمجھنا اور ان کے دائرے میں علوم و فنون میں درک اور کمال حاصل کرنا	کوئی قید و بند اور رکاوٹ نہیں، حلت و حرمت کی کوئی پرواہ نہیں، انسان کو اختیار حاصل ہے کہ کس چیز کو حلال کر دے اور کس کو حرام۔
8	آرٹ میں پاکیزگی و نفاست کا عنصر نمایاں ہو	فحاشی اور اخلاقی گراوٹ کا نمایاں ہونا
9	محض تلذذ نہیں بلکہ خیر و فلاح کا پہلو بھی ہو	محض لذت کا حصول
10	وسعت اور تنوع	جامد
11	اخلاقی، روحانی اور معاشرتی اقدار کے اندر آرٹ اور فن کو ترقی دی جاتی ہے	فن پر کوئی پابندی یا قدغن نہیں لگائی جاسکتی
12	ادب برائے زندگی	ادب برائے ادب
13	فن میں فنی خوبیوں اور خصائص کا بھی حتی الوسع اہتمام	ایسی انجمنیں بنائی گئی ہیں جن کے اپنے خود ساختہ پیمانے ہیں جو ان کے اس پیمانے پر پورا اترے وہ فن اور آرٹ ہے ورنہ نہیں
14	لطافت و نزاکت	درشتی و کرختگی
15	اعتدال و توازن اور ہم آہنگی	ہنگامہ، شور شرابا
16	تصویر کے مثبت پہلو پر زور	منفی پہلو پر زیادہ زور
17	حسن اور سرور انگیزی	تلذذ نفسانی
18	جمال و جلال کا حسین امتزاج	دونوں کے الگ الگ خانے
19	قوتِ تعمیر و تسخیر	ہر جابر کے سامنے سرخم
20	مجاہدانہ اور جائز تفریح پر مبنی کھیل	رقص، ناچ اور بے فائدہ کھیل تماشے
21	حمد، نعت، منقبت، نظم، رزمیہ ترانے	گانے، موسیقی، میوزیکل کنسرٹ

خلاصۂ بحث

سیکولرازم کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ زندگی کو دین سے ہٹ کر قائم کیا جائے، چاہے یہ قوم کی سطح پر ہو یا فرد کی۔ اب اگر اس ازم کی باقی چیزوں کو ایک طرف رکھ کر ہم صرف جمالیات پر نظر ڈالیں تو یہ بات لازم آئے گی کہ جمالیات کی تعریف کرنے کی بھی ہر

کسی کو آزادی حاصل ہو، وہ جس چیز کو اس زمرے میں شامل کرنا چاہے کر سکتا ہے اور جس کو نکالنا چاہے نکال سکتا ہے، اس لیے کہ یہ اس کا سراسر انفرادی اور نجی مسئلہ ہے۔ اس سے کسی کو کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ سیکولرازم کے شکار افراد کسی بھی خوشی، مسرت اور حسن وجمال کو اپنے ترازو پر تولتے ہیں اور ان کی نظر میں سوائے ذاتی مفاد، وقتی لذت اور جنسی تسکین کے کسی شے کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ کسی بڑے مقصد کے لیے ایثار و قربانی کا وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ حسن وہ ہے جو اس کو اچھا لگے اور جمال وہ ہے جو اس کو لذّت اور تسکین فراہم کرے۔ اس سے آگے یہ سوچنا کہ اس کے کسی دوسرے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوں گے اور معاشرہ ان کے اثراتِ بد سے کیسے نجات پائے گا، یہ اس کا مسئلہ نہیں۔ اس نے صرف اپنے حسِ جمال کی تسکین کرنا ہے اور بس۔ اگر اسلام کے انفرادی اور اجتماعی نظام کو دیکھا جائے تو وہ سیکولرازم کے بالکل الٹ ہے، جہاں فرد کو اپنی روحانی اور اخلاقی بلندیوں تک جانے کی نہ صرف آزادی ہے بلکہ پورا اجتماعی نظام اس کے ہمرکاب ہوتا ہے۔ جہاں افعال سے زیادہ اقدار پر زور دیا جاتا ہے اور انسان کو اپنی تنہائی کے نذر نہیں کیا جاتا بلکہ اسے چلتی پھرتی زندگی کا ساتھ دینے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ جہاں اس کو اپنے اقدار میں رہتے ہوئے بے شمار آزادیاں حاصل ہوتی ہیں اور دوسروں کی آزادی میں مخل ہوئے بغیر وہ اپنی آزادی سے بھرپور لطف اٹھا سکتا ہے۔ جہاں اس کے حسِ جمال کی تسکین کے لیے ذوقِ جمال کا پورا سامان زمین میں بھی میسر ہوتا ہے اور آسمان میں بھی، جہاں اس کی آخری خواہش صرف یہ رہ جاتی ہے کہ کب وہ قادرِ مطلق کی دید سے نوازا جائے گا۔ جہاں اس کی زبان پر بے اختیار اللھم بالرفیق الاعلیٰ کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔

References

[1] .Oxford Dictionary 7th Edition , 1320

[2] .Reverse Dictionary (London: The Reader's Digest AssociationLlimited, 1992) 455.

[3].Webster's New World college Dictionary, 3rd Edition(New York: Macmillan, 1997) 213-214.

[4]. Yosuf Al-Qardhawi, Islam aor Secularism (Islamabad: Alami Idara Fikr-e-Islami, 1997) 51.

[5]. Dr. Safr bin Abdur Rehman Alhwali, Secularism: Aghaz, Irtiqaa, Islami zindagi par asarat(Lahore:Biat-ul-Hikmat,2017)27.

[6]. Al-Hawali, Secularism: Aghaz, Irtiqaa, Islami zindagi par asarat, 28.

[7]. Al-Hawali, Secularism: Aghaz, Irtiqaa, Islami zindagi par asarat, 28.

[8]. Al-Hawali, Secularism: Aghaz, Irtiqaa, Islami zindagi par asarat, 29.

[9]. Al- Qaradhawi, Islam aor Secularism , 77

[10]. Al-Qaradhawi, Islam aor Secularism, 37.

[11]. Muhammad Qutab, Jadeed Jaheleyyat,(Lahore: Al-Badr Publications, Rahat Market, Urdu Bazar) 76-81.

[12]. Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 190-191.

[13]. Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 194-195

[14]. Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 191-192

[15]. Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 193-194.

[16]. Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 194-195

[17]. Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 195-196

[18]. Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 196

[19] . Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 197.

[20]. Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 197-198.

[21]. Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 198-198.
[22] . Qutab, Jadeed Jaheleyyat, 200.
[23] . Maulana Muhammad Hanif Nadvi , Asasiat-e-Islam(Lahore: Idarah Saqafat-e-Islamia club Road, 2009)138-139.
[24]. As-Sajdah,32 : 7
[25]. Al-Mumin, 40: 64
[26]. Nadvi, Asasiat-e-Islam, 139-140.
[27] . Nadvi, Asasiat-e-Islam, 140-141.
[28]. An-Nahl, 16: 13.
[29] . Nadvi, Asasiat-e-Islam, 141-142.
[30]. Nadvi, Asasiat-e-Islam, 142-143.
[31]. Nadvi, Asasiat-e-Islam, 143-144.
[32]. Nadvi, Asasiat-e-Islam, 144.
[33]. Nadvi, Asasiat-e-Islam, 144-145.
[34]. Nadvi, Asasiat-e-Islam, 145.
[35]. Nadvi, Asasiat-e-Islam, 145-146.
[36]. Nadvi, Asasiat-e-Islam, 146.
[37]. Muslim bin Hajjaj Al-Qushairi, Al-Saheeh, Kitab-ul-Shear(Karachi: Qadeemi Kutub Khana) 2255.
[38] . Nadvi, Asasiat-e-Islam, 146-148.
[39] . Yousuf Al- Qaradhawi, Islam main Halal-e-Haram (Lahore: Dar-ul-Iblagh Publishers , Urdu Bazar, 2013) 203
[40]. Hanif Nadvi, Asasiat-e-Islam, 148-149.
[41] . Al-Qaradhawi, Islam main Halal-e-Haram, 180-184.
[42]. Muhammad bin Ismail Bukhari, Al-Saheeh, 5950.
[43] . Bukhari, Al-Saheeh , Kitab-ul-Libas (Dehli: Maktbah Tarjuman, Urdu bazar, Jami Masjid, 2004) 5951.
[44] . Nadvi, Asasiat-e-Islam, 152.
[45] . Maulana Mufti Muhammad Shafi, Islam aor Mauseequi (Karachi: Maktaba Dar-ul-Uloom, 2004) 81-83.
[46] . Mufti Shafi, Ahkam-ul-Quran, 3: 208.
[47]. Bukhari, Al-Saheeh, Kitab-ul-Ashribah, 5590.
[48]. Syed Abul A'ala Maududi, Tafheem-ul-Quran(Lahore: Idara Tarjuman-ul-Quran) 3:372.
[49]. Maulana Mahmood Ashraf Uthmani, Khail aor Tafreeh kay Sharaee Hudood (Lahore: Idara Isalmiat, 1994) 13-15.
[50] . Al-Anbiaa, 21: 78
[51]. Al-Baqarah, 2:185.
[52]. Prof. Syed Muhammad Saleem, Seerat-e-Tayyebah aor Funoon-e-Lateefah (Lahore: Idara Taleemi Tehqeeq,1999 196.
[53] . Aal-e-Imran,3:31.
[54] . Al-Muzzammil, 73: 20
[55]. Al-Muzzammil,73: 4.
[56]. Prof. Saleem, Seerat-e-Tayyebah aor Funoon-e-Lateefah, 201-204.
[57]. Prof. Saleem, Seerat-e-Tayyebah aor Funoon-e-Lateefah, 204-205.
[58] . Prof. Saleem, Seerat-e-Tayyebah aor Funoon-e-Lateefah, 207.